سیرت نگاری میں مارٹن لنگز(1909ء– 2005ء) کا مقام

ڈاکٹر عاصم نعیم*

Seerah of Prophet Muhammad (PBUH) is the most favorite topic of the Muslim scholars. It is, according to Muslim scholarship, an enthralling story that combines impeccable scholarship with a rare sense of the sacred worthy of his subject." By studying and writing on the Seerah, the Muslims increase their faith, love for the Prophet and understanding of the religion. Biographies of the Prophet have been written in almost all the major languages of the world. "MUHAMMAD His Life Based on the Earliest Sources" by Martin Lings is one of the great biographies of the English language. It is a true work of art, as enthralling as the best novels with the difference that this is not fiction but fact. In it the author depicted remarkable narration of the life of the Prophet. In this article, the salient features, and literary distinctions of this book have been elaborated.

سیرتِ طیبہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر قلم اٹھانا، مسلمان صاحبِ قلم اپنے لیے اعزاز سمجھتا ہے۔ قرونِ اولیٰ سے عصرِ حاضر تک، ہزاروں کتبِ سیرت، قارئین کو سیرت کے مختلف اور متنوع پہلوؤں سے آگاہ کرچکی ہیں۔ اصحابِ قلم، فکری تنوع کے باوصف، سیرت سے والہانہ تعلق و وارفتگی میں ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں۔ شرق و غرب کے مختلف خطوں، ثقافتوں، تہذیبوں اور زبانوں سے تعلق رکھنے والوں نے اس فن میں اپنی مہارت کا مظاہرہ کیا ہے۔ سیرت نگاری کے مختلف اسالیب و مناہج اختیار کئے گئے ہیں۔ رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی کے متنوع پہلوؤں اور گوشوں کو اپنی نگارشات کا موضوع بنایا گیا ہے۔ اصحابِ سیرت میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے سیرت کے تاریخی اور سوانحی پہلو کو اہمیت دی، ایسے بھی تھے جنھوں نے اخلاقی و سیرتی گوشوں کو واضح کیا۔ شمائل و اوصافِ نبوی ﷺ پر بھی بیش قیمت تحریریں سامنے آئیں۔ نبی کریم ﷺ کی عسکری و حربی زندگی کو بھی موضوعِ تحقیق بنایا گیا، عائلی و خاندانی زندگی بھی مصنفین کا موضوع ٹھہری۔ زیرِ نظر کتاب

<u>*Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources*</u>

(محمد ﷺ، ان کی زندگی قدیم ذرائع کی بنیاد پر) ، سیرت نگاری میں ایک منفرد حیثیت منوانے میں کامیاب رہی ہے۔ اس کتاب کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ صاحبِ کتاب، مطالعہ اسلام، مطالعہ سیرت اور اہلِ صفا کی صحبت میں رہنے کی بنا پر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ ایک نومسلم کی خدمتِ سیرت، مسلم دنیا کے باعثِ فخر و انبساط بن گئی۔ فطری خداداد صلاحیتوں کے علاوہ اکتسابِ علم و فن میں انہوں

*اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علومِ اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

نے کافی سرگرمی دکھائی اور اس کام میں جی جان سے لگ گئے۔ مذکور سوانح نگار، مارٹن لنگز(24 جنوری 1909 - 12 مئی 2005)ہیں، جو قبولِ اسلام کے بعد، ابو بکر سراج الدین کے نام سے معروف ہوئے۔ آپ برطانوی النسل تھے اور انگریزی زبان میں لکھنے والے ایک مشہور مصنف، دانشور اور فلسفی تھے۔ سیرت کی مشہور کتاب *Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources*
(محمد ﷺ، ان کی زندگی قدیم ذرائع کی بنیاد پر) کے مصنف کی حیثیت سے اسلامی دنیا میں مشہور ہوئے۔[1]

لنگز ایک پروٹسٹنٹ خاندان میں 1909 میں Burnage، مانچسٹر، میں پیدا ہوئے۔ انہیں نوجوانی کی عمر میں ہی مختلف ممالک کے سفر کے تجربات حاصل ہوئے۔ اپنے باپ کی ملازمت کی وجہ سے امریکہ میں کافی وقت گزارنے کا موقع ملا، وہاں کلفٹن کالج میں شرکت کی۔ بعد ازاں میگڈیلن Magdalen کالج، آکسفورڈ، چلے گئے، جہاں انگریزی زبان و ادب میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ Magdalen کے دورِ طالب علمی میں وہاں کے مشہور استاد سی ایس لیوس کے حلقۂ احباب میں داخل ہوئے اور ان کے ایک قریبی دوست بن گئے۔ آکسفورڈ سے گریجویشن کرنے کے بعد Vytautas میگنس یونیورسٹی لتھوانیا چلے گئے، جہاں انہوں نے اینگلو سکسون اور مڈل انگریزی پڑھائی۔ انہیں یورپ کی متعدد یونیورسٹیوں میں تدریسی فرائض سر انجام دینے کے مواقع ملے۔ لنگز، روحانی و فلسفیانہ معاملات میں دل چسپی رکھتے تھے۔ آکسفورڈ کے قیام کے دوران، لیگز کے لیے، ایک اہم واقعہ، فرانسیسی مفکر اور نو مسلم رینی گینوں(René Guénon) (شیخ عبد الواحد یحیٰ) (1886-1951) کی صحبت اور ان کے افکار کا مطالعہ تھا۔ شیخ یحیٰ روایتی عقائد و تعلیمات کے پرچارک تھے۔ روایت کے مکتبِ فکر کی تحریریں، لنگز کے لیے، جرمن / الجزائری صوفی، مابعد الطبیعی، اور سکالر فرتھ جوف شواں Frithjof Schuon (شیخ عیسیٰ نور الدین احمد العلوی) (1907-1998) کی فکر و حلقے سے تعارف کا ذریعہ بنیں۔ اس مفکر کی فکر سے گہری واقفیت کے لیے لنگز 1938ء میں بیسل Basle چلے گئے۔ یہی سفر ان کے قبولِ اسلام کا سبب بن گیا۔ اس طرح باقی ساری عمر، لنگز نے Schuon کے عقیدت مند شاگرد کے طور پر گذار دی۔ 1939ء میں قاہرہ پہنچے، اور وہاں عربی سیکھنے میں لگ گئے، قاہرہ ان کا دوسرا گھر بن گیا جہاں وہ یونیورسٹی آف قاہرہ

میں انگریزی پڑھانے لگ گئے۔ شیکسپیئر کے ڈرامے بھی ذوق و شوق سے پڑھائے۔ 1944ء میں ان کی شادی ہوئی اور وہ اہرامِ مصر کے قریب ایک گاؤں میں رہنے لگ گئے۔ 1952ء بعض سیاسی مسائل کی وجہ سے انہیں مجبوراً مصر چھوڑنا پڑا۔

واپس برطانیہ آکر انہوں نے اپنا تعلیمی سلسلہ جاری رکھا اور یونیورسٹی آف لندن کے افریقی و ایشیائی مطالعات کے شعبہ میں عربی میں بی اے کیا اور بعد ازاں بیسویں صدی کے الجزائری صوفی احمد العلوی کی حیات و خدمات اور ان کے فلسفہ تصوف پر پی ایچ ڈی کی۔ 1959ء میں پی ایچ ڈی کرنے کے بعد برٹش میوزیم اور برٹش لائبریری میں کام کیا۔ وہاں مشرقی مخطوطات اور اسی طرح کے دیگر علمی کاموں کا تفصیلی تجزیہ کیا۔ 1970ء سے 1973ء تک انہوں نے مشرقی کتب و مخطوطات کے محافظ کے طور پر کام کیا۔ " مطالعہ ادیان" کے مجلہ میں اس کے مضامین بھی شائع ہوتے رہے۔ زندگی کے آخری حصے میں ان کے تصنیفی حاصلات بڑھ گئے۔ زیرِ تبصرہ کتاب MUHAMMAD ان کی سب سے مشہور تالیف ہے، جس نے انہیں مسلم دنیا میں نیک نامی عطا کی۔ اس کتاب پر حکومتِ پاکستان اور حکومتِ مصر نے انہیں انعامات سے نوازا۔ اس کتاب کے مصنف کی حیثیت سے انہوں نے ایک دنیا کی سیر کی۔

تصوف اور شیکسپیئر اس کے مرغوب موضوعات رہے ہیں۔ وہ الجزائری صوفی، مابعد الطبیعی metaphysician، اور سکالر فرتھ جوف شواں Frithjof Schuon (شیخ عیسیٰ نور الدین احمد العلوی) (1907-1998) اور ولیم شیکسپیئر کے کام پر ایک اتھارٹی ہیں، شیکسپیئر کے کام میں ان کا تخصص، اس کے ڈراموں میں پائے جانے والے گہرے باطنی معانی، اور مزید بر آں خود شیکسپیئر کی روحانیت کی نشان دہی ہے۔ شیکسپیئر پر ان کے کئی کام شائع ہوئے۔ اس کام کو اس قدر پذیرائی ملی کہ ایک کتاب کی حالیہ اشاعت میں کا پیش لفظ چارلس پرنس آف ویلز کا تحریر کردہ ہے۔ اپنی وفات سے قبل انہوں نے شیکسپیئر کی روحانیت پر انٹرویو دیا، جو بعد ازاں ایک فلم کا بھی حصہ بنا۔

ان کی تصنیفات و تالیفات کی تفصیل حسب ذیل ہے:

- *The Underlying Religion* (2007)
- *Splendors of Qur'an Calligraphy And Illumination* (2005)
- *A Return to the Spirit : Questions and Answers* (2005)

- *Sufi Poems : A Mediaeval Anthology* (2005)
- *Mecca: From Before Genesis Until Now* (2004)
- *The Eleventh Hour: the Spiritual Crisis of the Modern World in the Light of Tradition and Prophecy* (2002)
- *Collected Poems, revised and expanded* (2002)
- *Ancient Beliefs and Modern Superstitions* (2001)
- *What is Sufism* (1999)
- *The Secret of Shakespeare : His Greatest Plays seen in the Light of Sacred Art* (1998)
- *Sacred Art of Shakespeare : To Take Upon Us the Mystery of Things* (1998)
- *A Sufi saint of the twentieth century: Shaikh Ahmad al-°Alawi, his spiritual heritage and legacy* (1993)
- *Symbol & Archetype : A Study of the Meaning of Existence* (1991, 2006)
- *Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources* (1983)
- *The Quranic Art of Calligraphy and Illumination* (1976)
- *The Heralds, and other Poems* (1970)
- *The Elements, and Other Poems* (1967),
- *The Book of Certainty: The Sufi Doctrine of Faith, Wisdom and Gnosis* signed as Abu Bakr Siraj ad-Din.

زیرِ تبصرہ کتاب، نبی کریم ﷺ کی ولادت تا وصال، سیرت اور عربوں کے حالات کے منفرد بیانیے پر مشتمل ہے۔ 85 ابواب پر مشتمل اس کتاب کا ہر باب سیرتِ نبوی ﷺ اور تاریخِ اسلام کے کسی اہم واقعہ پر مشتمل ہے۔ کتاب متعدد دفعہ شائع ہوئی ہے، اور مزید یہ کہ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہوئے ہیں۔ فرانسیسی، عربی، اطالوی، ترکی، ملائی، ولندیزی، تامل اور اردو زبان میں اس کے تراجم دستیاب ہیں۔ اس کا اردو ترجمہ کاظم جعفری نے کیا ہے۔ لنگز کی روئدادِ سیرت کا ایک امتیازی پہلو اور عنصر، اس کا واضح، قابلِ فہم، اور بیانیہ انداز ہے۔ رواں اور مسلسل تحریر، کتاب کو ناول کی طرز پر پڑھا گیا۔ سادہ اور پر شکوہ زبان استعمال کی گئی ہے۔ مصنف قرآنی آیات و بیانات کے لیے قدیمی اور آثاریاتی انگریزی استعمال کرتے ہیں، جو کہ بیانیے کے سریع بہاؤ اور بعض اوقات قاری کی رفتار قراءت کو آہستہ کر دیتی ہے۔ تعلیمات کی نسبت سوانحی تفصیلات کو زیادہ جگہ دی گئی ہے۔ یہ بنیادی طور پر آٹھویں صدی عیسوی کے قدیم مصادر پر مشتمل ہے۔ اس میں بعض ایسی تفصیلات بھی ہیں، جو دیگر کتب

میں اس طرح یک جا نہیں ملتی تھیں۔ نئی اور نادر تفصیلات کے باوجود، مذکور کتاب دیگر کتب کے معارض نہیں ہے۔ کتاب میں قدیم مصادر سے منقول، صحابہ کرام کے اصل اقتباسات (excerpts) پہلی دفعہ انگریزی زبان میں نقل کیے گئے۔ ابن اسحاق، ابن سعد اور واقدی کے حوالے نقل کیے گئے ہیں۔ مصنف نے تعلیماتِ رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور انقلابِ نبوی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو تاریخ کے ان اصولوں کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے جو مصنف کی سیاسی و انقلابی زندگی کا حصہ رہے ہیں، چنانچہ ان کا انداز مغربی مصنفین اور مستشرقین سے منفرد ہے۔ انہوں نے مغربی مصنفوں کے خیالات کو ماننے سے گریز کیا ہے، جو اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی مخالفت میں تعصب کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ مصنف نے اپنی وفات سے قبل، کتاب میں چند مزید عنوانات بھی شامل کیے، جو کہ شام اور قریبی ممالک میں اسلام کی اشاعت سے متعلق تھے۔ کتاب کی چند منفرد خصوصیات کا تذکرہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

واقعہ نگاری اور منظر نگاری میں اپنی مثال آپ:

صاحبِ تصنیف انگریزی ادب کے طالب علم و استاد تھے۔ زندگی کا قابلِ ذکر عرصہ شیکسپیئر کی درس و تدریس میں بسر ہوا۔ بایں وجہ واقعہ نگاری اور منظر نگاری میں انہیں کمال مہارت حاصل ہے۔ ان کی کتابِ سیرت میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> جب وقتِ فجر ہوا، اور دن نکلنے لگا تو عبد المطلب اٹھ کھڑے ہوئے اور مقامِ حجر سے خانہ کعبہ کے شمالی دروازے سے باہر آئے۔ وہاں سے وہ شمال مشرقی دیوار کے ساتھ چلے، جس کے دوسرے سرے پر کعبہ کا دروازہ ہے۔۔۔۔ جیسے ہی عبد المطلب رُکنِ یمانی سے رکن حجرِ اسود کی جانب بڑھے تو ابو قبیس کی پہاڑیوں کے اندھیرے ڈھلوان سے پرے دُور تک مشرقی پہاڑیاں ان کی نظروں کے سامنے تھیں اور وہ ابھرتے سورج کی زرد روشنی میں ان کے خدوخال صاف دیکھ سکتے تھے۔[2]

واقعہ ہجرت میں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اور آپ کے رفقاء کا قبا کے مقام پہنچنا اور وہاں کے لوگوں کا منتظرِ شوق ہونا، وہاں کے راستوں کی منظر نگاری، قابلِ توجہ ہیں۔

> طلحہ سے ملاقات کے بعد انہوں نے اپنا رخ شمال کی جانب کیا اور ساحل سے ہٹ کر زمین کی طرف ہو لیے۔ پھر شمال مشرق اور آخر میں سیدھے یثرب کی جانب۔

دورانِ سفر ایک مقام پر وحی کا نزول ہوا کہ " یقیناً جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے، دوبارہ آپ کو وطن واپس لائے گا۔" غارِ ثور سے رخصت کے بارہویں دن صبح سویرے وہ وادی عتیق پہنچ گئے۔ وادی کو پار کرتے ہوئے وہ سخت ناہموار چٹانوں پر چڑھے۔ اس سے قبل کہ وہ پہاڑی کی چوٹی پر پہنچتے، سورج کافی نکل آیا تھا اور اس کی تمازت اپنے شباب پر تھی۔۔۔ سیاہ چٹانوں کے دو قطعات کے درمیان ایسی سرزمین جسے پانی سے خوب سینچا گیا تھا، اب ان کے قدموں پر پھیلی پڑی تھی، کھجوروں کے بھورے جھنڈ اور باغات کا ہلکا سبزہ ان چٹانوں سے جنہیں وہ عبور کرکے نیچے اترے تھے، اس مقام سے تین میل تک پھیلا ہوا تھا۔[3]

چشمۂ زمزم کے دریافت ہونے کے واقعے کو انتہائی دلچسپ اور ناول کے انداز میں لکھا۔ [4] واقعہ نگاری کی ایک عمدہ مثال لشکرِ ابرہہ کے ہاتھی کے بیٹھنے کا واقعہ ہے۔ دل چسپ انداز میں اس واقعے کا تذکرہ کیا ہے۔

عین اس وقت نفیل (مقامی عرب راہبر) نے ہاتھی کا کان پکڑا اور اور ہلکے لیکن محکم لہجے میں ہاتھی کو بیٹھ جانے کو کہا۔ یہ سنتے ہی ہاتھی نہایت آہستگی سے زمین پر بیٹھ گیا۔ ابرہہ اور اس کا پورا لشکر یہ دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے۔ انیس نے ہاتھی کو اٹھنے کا حکم دیا لیکن نفیل کے بول ایک ایسے حکم سے متفق ہو چکے تھے جو کسی بھی انسان کے بول کے مقابلے میں قوی تر تھے۔ ہاتھی ٹس سے مس نہ ہوا۔۔۔[5]

واقعہ اسراء و معراج کے بیان میں یہ روانئ عبارت اپنے عروج پر ہے۔ اور لائقِ مطالعہ ہے۔ [6] خندق کے دن کے واقعات بھی اپنے اس مخصوص اسلوب میں بیان کیے ہیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ کے معاشرتی پہلو اور احوالِ صحابہ کا بیان:

مصنف نے رسول اللہ ﷺ کے عہد اور معاشرے کو بنظرِ غائر دیکھا ہے، اس کے سماجی پہلو کی تفصیلات بہم پہنچائی ہیں۔ مدینہ آمد کے بعد آپ ﷺ کے اقدامات اور فیصلوں کا اجتماعی Sociological پس منظر کیا تھا؟، مدینہ کی اجتماعیت کا رنگ، خاندانوں اور قبائل کا تعارف، باہمی تعلقات کے احوال، مکہ و مدینہ کی معاشرت کا فرق، قبائل کے معاشرتی و تمدنی مظاہر، وغیرہ کا تذکرہ دل چسپ واقعاتی انداز میں

کیا ہے۔ نبوی معاشرے اور اس میں باہم انسانی معاملات کی بعض وہ تفصیلات بھی بہم پہنچائی ہیں، جو سیرت کی عام کتابوں میں نظر نہیں آتی ہیں۔[7]

حضرات صحابہ کرام کے احوال کی جزئی تفصیلات بھی مہیا کی ہیں۔ سیدنا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی قربت کے مناظر متاثر کن اور دلآویز ہیں۔[8] صحابہ کرام کے درمیان باہم شکر رنجی اور دیگر انسانی جذبات واحساسات کی بہت عمدہ توجیہات وتاویلات کی ہیں۔[9] نبی کریم ﷺ کی اپنے جاں نثار صحابہ کے ساتھ محبت والفت اور شفقت وکرم کے واقعات کو دل نشیں انداز میں بیان کیا ہے،[10] سیدنا جابر کے ساتھ نبی علیہ السلام کا معاملہ، اور آپ کا محاورہ اس کی ایک مثال ہے۔[11]

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کی ایک دوسرے پر برتری کا ذکر فرمایا کرتے تھے، اس کا مصنف نے ذکر کیا ہے اور صحابہ کے مقامِ بلند کو کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔[12] یہ تذکرے اس قدر قابلِ ذکر ہیں کہ اس کتابِ سیرت میں سے " تذکارِ صحابہ " پر ایک الگ کتاب مرتب کی جاسکتی ہے۔

جدید معلومات، واقعات کی جدید تعبیرات اور واقعاتی تفاصیل میں دیگر کتبِ سیرت سے اختلافات:

مصنف نے قدیم عربی مصادر کا باریک بینی سے مطالعہ کیا ہے، نتیجتاً بہت سی ایسی معلومات اور واقعات نقل کیے ہیں، جو سیرت کی دیگر کتب میں نظر نہیں آتے ہیں۔ حجرِ اسود کے بارے میں لکھا کہ یہ کعبہ میں سب سے مقدس ملکوتی چیز تھی،" جس کے متعلق مشہور ہے کہ ایک فرشتے نے اسے نزدیک ہی واقع ابو قبیس کی پہاڑیوں سے نکال کر ابراہیم علیہ السلام کو دیا، جہاں وہ آسمان سے زمین پر اترنے کے بعد سے جوں کا توں محفوظ پڑا تھا۔"[13] بعض سیرت نگاروں نے لکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام، اسے اپنے ساتھ لائے تھے۔

مقامِ ابراہیم کو حجرِ اسمٰعیل کہا اور اس کے بارے میں لکھا کہ " احاطہ کی اس اندرونی جگہ میں فرش کے پتھروں کے نیچے سیدہ ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کے دفن ہونے کی وجہ سے اس جگہ کو حجرِ اسمٰعیل کہا جاتا ہے۔"[14]

صلح نامہ حدیبیہ کے واقعات کے آخری مرحلہ میں جب نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو اپنے اپنے جانوروں کی قربانیاں کرنے کا حکم دیا اور انہوں نے اس میں کچھ پس و پیش کی تو اس کی بہت عمدہ توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> آپ نے دوسری اور پھر تیسری بار ارشاد فرمایا لیکن تمام اصحاب حیران اور سراسیمہ خاموشی سے آپ کو دیکھتے رہے جیسے انہیں کچھ نظر ہی نہ آرہا ہو۔ صحابہ کا ردِ عمل سرکشی نہیں تھی۔ بلکہ حالات نے جس طرح پلٹا کھایا تھا اور ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئی تھیں، وہ حقیقتاً جس ذہنی انتشار کا شکار ہو چکے تھے اس پس منظر میں جب انہیں قربانی کا حکم دیا جارہا تھا تو انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ حکم ارکانِ حج کے بارے میں کیسے ہو سکتا ہے، وہ جانتے تھے کہ سنتِ ابراہیمی کے مطابق قربانی تو حدودِ کعبہ کے اندر ضروری تھی اور انہیں شرائط کا اطلاق سر منڈانے پر بھی تھا،" --بعد ازاں جب آپ نے اپنے سر کے بال منڈوا لیے اور قربانی کردی تو سب صحابہ نے اسے شرعی حکم سمجھتے ہوئے اس کی پیروی کی۔ صلح نامہ حدیبیہ پر دستخط کرنے والے صحابہ کے نام بھی دیئے ہیں۔[15]

نبی کریم ﷺ کے بچپن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا" بچہ مکہ میں تین سال تک بڑے عیش و آرام سے اپنی ماں کے ساتھ رہا۔ دادا، چچا اور پھوپھیوں کی محبتوں کا مرکز بن کر اپنے چچازاد اور دیگر خاندانی بچوں کے جھرمٹ میں کھیل کود کر اچھا وقت گزارتا رہا" [16]

یہ مغربی مصنفین کا انداز جو، کسی شخصیت کا مطالعہ اس کے عہد و ماحول کے حوالے سے کرتے ہیں، اور واقعات کی گم شدہ کڑیاں ملا کر اسے مکمل کرتے ہیں۔

غیر مشہور، شاذ اقوال و واقعات بھی نقل کیے ہیں۔ جیسے حجۃ الوداع کے بارے میں چند ایسے ہی واقعات نظر آتے ہیں۔ مشہور روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پورے مجمع سے پوچھا کہ لوگو! تمہیں پتہ ہے کہ آج کون سا دن ہے؟---الخ، اس کا جواب بھی پورے مجمع کی طرف سے آیا، تاہم صاحبِ کتاب نے لکھا ہے کہ اس کا جواب صرف صفوان کی طرف سے آیا، ان کے الفاظ ہیں" مجمع خاموش رہا اور صفوان نے خود ہی جواب دیا" محترم مہینہ" ---۔[17]

مصنف نے یہ منفرد معلومات دیں کہ سیدنا حمزہ اور سیدہ صفیہ، آپ کے چچا ہونے کے ساتھ ساتھ رضاعی بھائی اور خالہ زاد بھی تھے، اور ان میں بچپن ہی سے بہت لگاؤ تھا۔ اور ان تینوں کے درمیان ہمیشہ کے لیے ایک مستقل اور پائیدار رشتہ مضبوطی سے قائم ہو گیا۔ [18] غزوہ احد کے موقع پر، احد پہنچنے اور جگہ کے انتخاب کے لیے آپ نے اس علاقے کے قبیلے حارثہ کے ایک شخص کی مدد لی۔[19]

ہجرتِ مدینہ کے سفر میں ساحل کے ساتھ سفر کرتے ہوئے انہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بھائی، طلحہ کا قافلہ ملا، جناب طلحہ نے نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو عمدہ لباس عطا فرمایا۔ [20] قافلے سے ملاقات کا ذکر دیگر سیرت نگاروں نے نہیں کیا ہے۔

وہ واقعہ کہ جس میں ایک سفر کے دوران، ایک بدو سردار نے نبی کریم ﷺ کو سوتا دیکھ کر آپ کی تلوار اٹھالی تھی اور کہا تھا کہ آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا: " اللہ " ، یہاں مصنف نے مزید تفصیل یہ دی ہے کہ:" جس پر حضرت جبرائیل سفید لباس میں ملبوس ان دونوں کے بیچ میں آگئے اور انہوں نے دعثور کے سینے پر ہاتھ رکھ کر زور سے پیچھے دھکیل دیا۔ دعثور کے ہاتھ سے تلوار دور جا گری اور رسول اللہ ﷺ نے تلوار پر قبضہ کر لیا۔۔۔" [21]

مصنف نے بیعتِ رضوان کے بارے میں کہا کہ اس کی منادی کرتے ہوئے صراحت نہیں کی گئی تھی کہ یہ کس مقصد کے لیے کی جا رہی ہے یہی وجہ ہے کہ: " سب سے پہلے بیعت کرنے والے صحابی حضرت سِنان رضی اللہ عنہ نے عرض کی" یا رسول اللہ ﷺ ! میں اس بات پر بیعت کرتا ہوں جو آپ کے دل میں ہے" ص 377، مزید یہ کہ ایک منافق جد بن قیس نے وہاں موجود ہوتے ہوئے بیعت میں شرکت نہ کی۔[22]

صلح نامہ حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کے واقعہ کو بیان کیا ہے، تاہم مصنف کی تحریر میں یہ اضافہ ہے کہ سہیل بن عمرو کے ساتھ آنے والے دو افراد نے، حضرت ابو جندل کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے پناہ دینے کا اعلان کیا اور اسے اس کے باپ سے دور رکھنے کا وعدہ کیا۔ [23]، اس سے اگلے صفحے پر مسلمانوں کی طرف سے معاہدہ صلح پر دستخط کرنے والے افراد کے نام بھی لکھے ہیں، جن میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت محمود بن مسلمہ، اور حضرت عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہم شامل تھے۔[24]

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ، عمومی طور پر سیرت نگاروں نے ذکر نہیں کیا ہے۔ مصنف نے اس کا ذکر بڑے والہانہ اور جذباتی انداز میں کیا ہے۔ [25]، مزید بر آں نبی کریم ﷺ کا اس کو مسیح علیہ السلام کے حواریوں میں سے ایک حواری حبیب سے مشابہ قرار دینا۔

نبی کریم ﷺ کے سفر طائف میں بنی امیہ کے دو افراد، عتبہ اور شیبہ کے باغ میں آپ ﷺ کے پناہ لینے کے واقعے کو تمام سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے لیکن ان دونوں سرداروں کے وہاں موجود ہونے اور عداس غلام کو انگور کے خوشے دینے کا ذکر، صرف مصنف نے کیا ہے، مزید یہ کہ جب عداس نے کلمہ شہادت ادا کیا تو، ان سرداروں کا ایک جملہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ " لو! یہ غلام تو گیا" ، نیز عداس کو دال کی تشدید کے ساتھ "عدّاس" لکھا گیا ہے۔[26]

غزوہ بدر میں بنی ہاشم کے کن افراد نے شرکت کی، اس میں سیرت نگاروں نے جناب ابی طالب کے بیٹے طالب کے شریک ہونے اور مقتول ہونے کا ذکر کیا ہے، تاہم مصنف نے حضرت عباس کے ساتھ ان کے تین بھتیجوں کا ذکر کیا، لیکن طالب بن ابی طالب کا ذکر نہیں کیا ہے۔[27]

عرب میں بت پرستی کے آغاز کے بارے میں لکھا کہ:

> اولادِ اسماعیل کی تعداد میں اتنا اضافہ ہوا کہ ان کے لیے وادی مکہ میں سمٹنا مشکل ہو گیا۔ جو لوگ وادی سے نکلے وہ اپنے ساتھ خانہ کعبہ کے اطراف وحدود سے پتھر اٹھا کر لے گئے اور ان پتھروں کو کعبہ کی علامات بنا کر اپنی مذہبی رسومات انجام دینے لگے۔ بعد ازاں اپنے ارد گرد بسنے والے بت پرست قبائل کے عقائد سے متاثر ہو کر خانہ کعبہ کے پتھروں کے ساتھ ساتھ بتوں کا بھی اضافہ کر لیا۔[28]

مصنف نے کچھ واقعات نئے درج کیے ہیں، تو کچھ واقعات چھوڑ بھی دیئے ہیں۔ جیسے ہجرت کے واقعات میں، امّ معبد کا واقعہ بہت مشہور ہے، ان کی بکری سے نبی کریم ﷺ کا معجزانہ دودھ دوہنا، اور بعد ازاں ،امّ معبد کا نبی کریم ﷺ کی صورتِ پاک کا نقشہ کھینچنا، تاہم مصنف نے اس اہم واقعہ کو نظر انداز کر دیا ہے۔[29]

مغربی مصنفین کا وہ انداز نظر آتا ہے کہ واقعات کی کڑیاں ملانے کے لیے مفروضوں کی مدد لی جائے اور منظر نامے کو مکمل کیا جائے۔ جیسے " کیا ہو گا، گئے ہوں گے، وغیرہ

رشتہ داریوں کے بارے میں اخبار و معلومات:

کتاب کا ایک منفرد وصف یہ ہے اس کے مطالعہ سے صحابہ کرام کی باہم رشتہ داریوں، خصوصاً نبی کریم ﷺ کے ساتھ مختلف صحابہ وصحابیات کی رشتہ داریوں کا پتہ چلتا ہے۔ جیسے یہ کہ، سیدہ امّ سلمہ (امّ المومنین) ، کے سابق شوہر جناب ابو سلمہ، نبی کریم ﷺ کے پھوپی زاد بھائی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عمارہ کا رشتہ اپنے سوتیلے بیٹے سلمہ سے طے کر دیا۔ سلمہ کے باپ ابو سلمہ، حضرت حمزہ کی بہن برّہ کے فرزند تھے اور رشتے میں عمارہ کے پھوپھی زاد تھے۔ اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" کیا میں نے سلمہ کے احسان کا بدلہ چکا دیا؟" اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ سلمہ نے اپنی والدہ ام سلمہ کو رسول اللہ ﷺ کے رشتہ میں دے کر آپ کو ممنون کیا تھا اور اب آپ ﷺ نے سلمہ کو دلہن عطا کی تھی۔[30]

ازواجِ مطہرات کے جزوی حالات وو قائع:

ازواجِ مطہرات کے باہم اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلقات و معاملات کی جزوی تفصیلات جو اس کتاب میں ملتی ہیں، کسی اور کتابِ سیرت میں وہ عنقا ہیں۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

> پہلے امّ کلثوم کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور پھر حضرت خنیس کی وفات کو چار ماہ گزرنے اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجروں کے ساتھ ایک اور حجرے کی تعمیر مکمل ہوگئی تو سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی بھی شادی انجام پا گئی۔ بدر کے واقعہ کو ابھی ایک سال نہیں ہوا تھا۔ سیدہ حفصہ کی آمد سے رسول اللہ ﷺ کے گھرانے کی ہم آہنگی میں کسی قسم کا فرق نہ پڑا۔ سیدہ عائشہ تو خوش ہوئیں کہ ان کو قریباً ہم عمر ساتھی مل گیا اور دونوں نوجوان بیویوں کے درمیان ایک دیرپا دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا، جب کہ سیدہ سودہ جو بلحاظِ عمر سیدہ عائشہ کے لیے ایک ماں کی طرح تھیں، انہوں نے نووارد کو بھی اپنی مادرانہ شفقت میں لے لیا جو ان سے تقریباً بیس سال چھوٹی تھیں۔[31]

سیدہ حفصہ، سیدہ عائشہ اور سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہن کے تذکرے اور ان کی باہمی قربتوں کی تفصیل بیان کی ہے۔[32] مزید بھی بڑی جزئی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔[33]

معجزات کا تذکرہ:

معجزات سیرتِ نبوی ﷺ کا ایک اہم گوشہ ہیں۔ بایں وجہ اکثر سیرت نگاروں نے معجزات کو اہتمام سے بیان کیا ہے۔ فاضل سیرت نگار کا انہیں بیان کرنا، ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، اس لیے کہ مصنف مغربی دانش وروں کے ماحول میں بھی رہے جو معجزات کو محال، مستبعد، خلافِ عقل اور ناممکن تصور کرتے تھے۔ تاہم جدید تحقیقات، معجزات کی تصدیق کر رہی ہیں، اور عقل ان کی عظمت کے سامنے عاجز و درماندہ ہو کر سرنگوں ہے۔

فاضل مصنف نے نبی کریم ﷺ کے تقریباً سب ہی معجزوں کا ذکر کسی نہ کسی طور کر دیا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے بوڑھے اور لاغر اونٹ کو تیز کر دینا، رسول اللہ ﷺ کا سونے کی ایک چھوٹی سی ڈلی کو لعابِ دہن لگانا اور حضرت سلمان فارسی کے یہودی آقا کے ہاں اس کا وزن سو 100 تولے ہو جانا اور حضرت سلمان کا آزادی پا لینا۔ خندق کی کھدائی کے دوران حضرت جابر بن عبد اللہ کے ہاں دعوت اور تھوڑے سے کھانے کا پورے لشکر کے لیے کافی ہو جانا اور پورے لشکر کا سیر ہو کر کھانا۔ وغیرہ[34]

تعلیماتِ نبوی ﷺ کا بیان اور آیات و احادیث کے حوالے:

باوجود یہ آپ ایک نو مسلم تھے، انگریزی ادب کے طالب علم تھے تاہم ان کا آیات و احادیث کا مطالعہ گہرا ہے، چنانچہ آیات و احادیث کے حوالے جابجا نظر آتے ہیں۔ موقع محل کی مناسبت سے، سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے مختلف احادیث اور آیات کے مفاہیم کو سیرت کا حصہ بنایا ہے، اور انہیں ترغیب و ترہیب کے مقصد کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس طرح یہ کتابِ سیرت دعوتی منہج و اسلوب کا بھی نمونہ نظر آتی ہے۔

جنوں کے قبولِ اسلام کے واقعہ میں بھی ایک آیت (وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین) کے مضمون سے استدلال کیا ہے۔[35] سورہ نجم کی آیات اذ یغشی السدرۃ ما یغشیٰ---- الخ اور بعض دیگر احادیث کو خوبصورتی سے واقعہ معراج کے مضمون میں سمویا ہے۔[36] بعض مقامات پر ایک سے زائد صفحات میں

سیرت واقعات اور قرآنی بیانات کو باہم سمویا گیا ہے۔اس مضمون کی دیگر امثلہ بھی کتاب میں موجود ہیں۔[37]

تعلیماتِ نبوی ﷺ کو عمدہ اسلوب و ترتیب میں واقعاتِ سیرت میں سمویا ہے۔ نبی ﷺ کے حضرت عثمان بن مظعون کو نمونہِ نبوی ﷺ کی پیروی کی تعلیم دینے کے بیان کو مصنف نے صراحت سے ذکر کیا ہے۔ مزید براں ایک جگہ نفسِ لوامہ، نفسِ امّارہ اور نفسِ مطمئنہ کی عمدہ تشریح کی ہے۔[38] ایک مقام پر ایک حدیث لکھی ہے:

> جب پوچھا گیا کہ قیامت کے دن کس کا درجہ سب سے بلند ہو گا تو آپ ﷺ نے فرمایا: " وہ مرد اور عورت جو اللہ کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں" اور جب پوچھا گیا" کیا ان کا درجہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں سے بھی بلند ہو گا تو آپ نے فرمایا" خواہ اس نے کافروں اور بت پرستوں کے خلاف اتنی تلوار چلائی ہو کہ تلوار ٹوٹ گئی ہو اور وہ خود خون میں نہلا گیا ہو، پھر بھی اللہ کو یاد کرنے والے کا درجہ اس سے بلند ہو گا۔[39]

حکمت و تدبّرِ سیرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ایک مثال ملاحظہ ہو:

> جب حضرت ابو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دونوں اونٹوں میں سے بہتر اونٹ پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں ایسے اونٹ پر سوار نہیں ہوں گا جو میرا اپنا نہ ہو" ۔۔۔۔۔حالانکہ اس سے پیشتر کئی بار رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر کے پیش کردہ تحائف قبول کیے تھے لیکن یہ موقع ایک خاص تقدس اور حرمت کا حامل تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت تھی، وہ ہجرت جس وہ اللہ کی راہ میں اپنے گھر سے اور اپنے وطن سے سارے بندھن توڑ رہے تھے۔ یہ اللہ کے حضور میں ان کی نظر تھی۔ ہجرت کے اس عمل کو لازم تھا کہ وہ خالصتاً ان کی ذات سے متعلق ہو۔۔۔[40]

دعوتِ نبوی ﷺ کے مراحل کی تفصیل موجود ہے تاہم اسے تفصیلی و تجزیاتی مطالعہ نہیں کہا جا سکتا۔ واقعاتی اسلوب ہی نمایاں ہے۔ دعوتی زندگی کو الگ سے بیان نہیں کیا ہے۔

کتبِ سابقہ تورات وزبور کے حوالے:

زیرِ بحث کتاب کی ایک قابلِ توجہ بات اس میں قدیم صحائف اور کتبِ سابقہ تورات و زبور کے حوالے ہیں۔ سیدہ ہاجرہ کے، اپنے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کے لیے، پانی کی تلاش کے لیے، صفاومروہ پہاڑیوں پر دوڑنے کے واقعے کو سفر تکوین(Genesis) سے نقل کیا ہے۔" اور اللہ نے بچے کی پکار سنی اور اللہ نے حاجرہ علیہا السلام کو عالم بالا سے پکارااور ان سے یوں گویا ہوا" گھبر اؤمت کیوں کہ اللہ نے جہاں بچہ ہے، وہاں سے اس کی آواز سن لی ہے۔ اٹھو اور بچے کو گود میں لے لو، کیوں کہ میرا فیصلہ ہے کہ اس کے صلب سے ایک عظیم قوم پیدا کروں گا اور اللہ نے ہاجرہ کی آنکھیں کھولیں تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک چشمہ جاری تھا۔" [41]

سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے واقعات میں ایک جگہ لکھا: " زبور میں اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ کی بالواسطہ تعریف مذکور ہے جس کی ابتدا کچھ یوں ہے کہ: " اے لشکروں کے مالک تیرے مسکن کس قدر دل نواز ہیں۔" زبور میں ہی زم زم کے معجزہ کا ذکر ہے جو ان دونوں ماں بیٹے کے وادی بکّہ میں موجودگی سے ظہور میں آیا۔" خوش حال وہ انسان، جن کی قوت تیری ذات سے ہے کہ جن کے قلب اُن کے طور طریقوں پر کاربند رہے جو وادی بکّہ سے گزر کر اسے چشمہ زار بناگئے۔"(زبور: 84 :5-6)[42]

ایک اور جگہ لکھاہے:" جب ساتویں چکر سے مایوس ہو کر دُور ایک چٹان پر جابیٹھیں تو فرشتے نے ان سے کلام کیا۔ سفر تکوین(Genisis) کے الفاظ میں: اور اللہ نے بچے کی پکار سنی۔۔۔" [43]

کتبِ سابقہ میں آنحضور ﷺ کے تذکرے اور آپ کی بشارات کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔

اسلوبِ بیان:

مقالہ نگار کے پیشِ نظر کتاب کا اردو ترجمہ رہا ہے۔ ترجمہ کا اسلوب ہی اس قدر دل نشیں ہے کہ اس سے اصل کتاب کے اسلوب کی ندرت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ تحریر مسلسل اور رواں ہے۔ کتاب کو ناول کے طرز پر پڑھا گیا ہے۔ اس کی ایک مثال ذیل کے پیراگراف میں موجود ہے:

> پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی اور ان کے عقب میں ایک پرندہ ریت پر اترا۔ پھر ایک دوسرا پرندہ اترا۔ اس عرصہ میں انہوں (یعنی عبد المطلب) نے

دعا ختم کرلی تھی۔ وہ مڑے تو دیکھا کہ وہ دونوں کوے اپنی مخصوص چال چلتے ان دونوں مجسمہ آسا چٹانوں کی طرف رواں دواں ہیں جو اس جگہ سے تقریباً ایک سو گز دور ایک دوسرے کے بالمقابل ایستادہ تھیں۔ ان دونوں چٹانوں کو بتوں کا رتبہ دے دیا گیا تھا اور ان دونوں کی درمیانی جگہ پر قریش کے لوگ اپنے جانوروں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ پہاڑی کووں کی طرح عبد المطلب کو بھی خوب اندازہ تھا کہ اس جگہ کی ریت میں ہمیشہ خون رہتا ہے۔ وہاں جانوروں کا فضلہ بھی تھا اور قدم بڑھا کر دیکھا تو چیونٹیوں کا بل بھی نظر آ گیا۔[44]

سیرتِ نبوی ﷺ کے واقعات کو دلچسپ ڈرامائی انداز میں اور تجسس وایڈونچر سے بھرپور اسلوب میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ ایک باب کا عنوان قائم کیا ہے،" اہلِ یثرب کا ردِّ عمل" جس کے ذیل میں لکھتے ہیں:

آپس کی دشمنیوں اور گناہوں سے تار تار، یثرب کے چھ نو مسلموں نے ان لفظوں میں اپنی قوم کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کسی مبالغے سے کام نہیں لیا تھا۔ بعاث کی باہمی جنگ اس سلسلہ کی چوتھی اور انتہائی وحشیانہ جنگ ہونے کے باوجود نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی تھی اور نہ ہی اس کے بطن سے کسی قسم کی صلح وامن کا قابلِ ذکر معاہدہ نمودار ہوا تھا۔۔[45]

خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے۔

اردو ترجمہ میں پروف کی کمی کی بناپر عبارت کی اغلاط بھی موجود ہیں۔ جیسے جناب ابی بکر صدیق کا قبیلہ بنی تیم ہے، جس کو بنی تمیم، بنی جمح کو بنی جماح اور بنی عبد شمس کو بنی شمس [46]، مصنف کی کمی معلومات کی بناپر بعض عبارات قابلِ گرفت ہیں۔ سیرت ومقامِ صحابہ کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ جلیل القدر صحابی، سیدنا عمرو بن العاص کو" ایک زیرک اور عیار سیاستدان" لکھا گیا ہے۔ [47]غیر تحقیقی انداز بھی نظر آتا ہے۔ عیسائی راہب بحیرہ کے واقعے کا اکثر سیرت نگاروں نے انکار کیا ہے، اس واقعے کو قابلِ اعتناء قرار نہیں دیا ہے، درایتی وروایتی اعتبار سے اس پر تنقید کی گئی ہے، تاہم مصنفِ موصوف نے ایک غیر مستند روایت کی بناپر بغیر حوالے کے افسانوی قصے کو نقل کر دیا ہے۔ [48]، حوالہ دینے کا خاص اہتمام نہیں کیا ہے، اگرچہ عنوان قائم کیا ہے کہ جس کی بنیادی ابتدائی صدی کے مصادر پر ہے۔ بیعتِ عقبہ کی بہت

جزوی معلومات دی ہیں، کئی اقتباسات قوسین (Inverted Commas) میں بھی دیئے ہیں تاہم ان کا حوالہ دینے کا اہتمام نہیں کیا ہے۔[49] نقل کردہ احادیث کی جانچ پرکھ کا عام طور پر اہتمام نہیں کیا ہے۔ محدثین کے اختیار کردہ جرح وتعدیل کے اصولوں سے صرفِ نظر کیا ہے۔

الغرض مجموعی طور پر کتاب نے سیدھے سادے، دل چسپ اور دل کش انداز میں، ابتداءً انگریزی قارئین کے ایک خاص طبقے کو اور تراجم کے بعد عوام الناس کو حیاتِ طیبہ کی اہمیت کا احساس دلایا۔

فاضل مصنف کی یہ تصنیف، نبی کریم ﷺ کی ذات و شخصیت، صفات واخلاق، خصائص و معجزات اور آپ کی تعلیمات کا حسین مرقع ہے۔ مشہور انگریزی اخبار دی ٹائمز نے اسے حالیہ صدی میں انگریزی زبان میں سب سے زیادہ پڑھی جانی والی سوانح قرار دیا۔[50] راقم کی نظر میں اسے انگریزی زبان بلکہ کسی بھی یورپی زبان کی بہترین کتابِ سیرت قرار دیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1]۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ 1983ء میں شائع ہوئی۔

[2]۔۔مارٹن لنگز: محمد رسول اللہ، بک کارنر جہلم، 2015ء، ص32

[3]۔ایضاً، ص188، 189

[4]۔ایضاً ، ص31،32

[5]۔ایضاً، ص44

[6]۔ ایضاً، ص338

[7]۔ایضاً، ص260

[8]۔ایضاً، ص255

[9]۔ایضاً، ص256

[10]۔ایضاً، ص315

[11]۔ایضاً، ص315

[12]۔ ایضاً، ص488،489،491

[13]۔ ایضاً، ص22

[14]۔ایضاً، ص31

[15]۔ ایضاً، ص381

[16]۔ ایضاً، ص53

[17]۔ ایضاً،ص: 497

[18]۔ ایضاً،ص: 53

[19]۔ ایضاً، ص272

[20]۔ ایضاً، ص188

[21]۔ ایضاً، ص262

[22]ایضاً، ص377

[23]۔ ایضاً، ص379

[24]۔ ایضاً، ص380

[25]۔ ایضاً، ص466- 467

[26]۔ ایضاً، ص158

[27]۔ ایضاً، ص222

[28]۔ ایضاً، ص24

[29]۔ ایضاً،ص: 189

[30]۔ ایضاً، ص422

[31]۔ ایضاً، ص254

[32]۔ ایضاً، ص254

[33]۔ ایضاً، ص407،408

[34]۔ ایضاً، ص331، 315،317

[35]۔ ایضاً، ص151

[36]۔ ایضاً، ص163

[37]۔ ایضاً،ص: 213،247،487 ، 196- 198

[38]۔ ایضاً، ص489

[39]۔ ترمذی: 45،بحوالہ ایضاً، ص490

[40]۔ ایضاً، ص187

[41]۔ ایضاً، ص21

[42]۔ ایضاً، ص22

[43]۔ ایضاً،ص: 21

[44]۔ایضاً، ص32- 33

[45]۔ایضاً، ص170

[46]۔ایضاً، ملاحظہ ہو: ص155،158،148

[47]۔ ایضاً، ص 426

[48]۔ ایضاً، ص 154 – 156

[49]۔ ایضاً، ص 175

[50]۔ "Muhammad: His Life Based on the Earliest Sources". Amazon.com. 6 October 2006. Retrieved 1 July 2013.